اقبال اور عربی زبان (تحقیقی جائزہ)

* شفیقہ بشریٰ

** لطف اللہ ثاقب

Abstract

The personality of Allama Muhammad Iqbal is multidimensional in nature, owing to the fact that he was a great poet, philosopher, politician, religious scholar, lawyer and more importantly a great human being. Additionally, his command on various languages i.e. Arabic, Persian and Urdu, has no match under any stretch of explanation. However, his command on Arabic language has been appraised and valued by many renowned scholars of the same language. His acquaintance (of Arabic language) can be traced from the fact that he has used the Arabic terminologies in his poetry more regularly and more precisely; and by doing so, conveyed the factual message of Islam to a common and lay man. The young generation has primarily targeted in this connection. Moreover, the use of Quranic and Hadith phrases, carrying various messages of Islam, make his poetry at superiority level, comparatively to other poets of the same caliber in Islamic literature. Beyond any doubt, his magical poetry plays a vital role in pushing forward the independence moment of Pakistan. The present humble work is carried out to point out all these positive aspects of Iqbal's poetry and his extra ordinary grasp and expertise over Arabic language. His poetry, both Urdu and Persian, has exhaustively used as solid arguments for the reliability of finding in the present work.

Keywords: Arabic Language, Poetry of Iqbal, Quran, Hadith

تعارف:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابتلا و آزمائش کے ہر دور میں مسلمانوں کی راہنمائی اور تجدید و احیائے دین کے لیے اپنے برگزیدہ اور خاص بندوں کو منتخب کیا۔ جنہوں نے لوگوں کی صحیح دینی راہنمائی اور اصلاح و تربیت کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ اُن میں ایک نمایاں نام علامہ محمد اقبالؒ کا ہے۔ آپؒ کی شاعری کلام اللہ اور احادیث رسول ﷺ کی تفسیر اور ترجمان ہے۔ آپ کی شاعری انسانیت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ٹھوس ذہنی غذا فراہم کرتی ہے۔ آپؒ نے اپنے کلام کی تاثیر سے خواب غفلت میں ڈوبی ہوئی امت کو بیدار کرنے کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اقبالؒ کا کلام ادب اسلام پر مبنی ہے۔ انہی کے کلام سے اسلامی ادب کے تصورات و مباحث سامنے آئے، جسے نظریہ پاکستان اور تخلیق پاکستان کے لیے مضبوط اور مدلّل بنیادیں فراہم ہوئیں۔ اور جن کی روشنی اور حرارت سے ادب اسلامی سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے دل و دماغ کو اب تک منور کر رہے ہیں۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف لاء اینڈ شریعہ، یونیورسٹی آف سوات۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف لاء اینڈ شریعہ، یونیورسٹی آف سوات۔

علامہ قبالؒ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ بیسوی صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، فلاسفر، سیاستدان اور تحریک پاکستان کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔ وہ مختلف زبانوں پر عبور رکھتے تھے جن میں انگریزی، اُردو، فارسی اور عربی قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ عربی زبان میں اُنہوں نے شاعری نہیں کی مگر اُن کی فکر اور شخصیت پر عربی زبان کے اثرات زیادہ ہیں اور اس زبان کی حلاوت وشیرینی اُن کے پورے کلام کو احاطہ کی ہوئی ہے۔ وہ اپنے اشعار میں قرآنی آیات کریمہ، احادیث نبوی ﷺ اور عرب شعراء کی شاعری کو بطور تضمین لے لیتے ہیں، عربی الفاظ وتراکیب کو مختلف پرائیوں میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ بات مسلم ہے کہ اقبالؒ کا پورا کلام اسلام کی ترویج وتبلیغ ہے۔

عربی زبان وادب متعدد خوبیوں اور بے مثل ولاثانی امتیازات کا حامل ہے، جو کہ دنیا کی دوسری زبانوں کو حاصل نہیں۔ یہ وہ واحد زبان ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا۔ نبی ﷺ کو عربی زبان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

"أحبُّ العربَ بثلاثٍ لِأنِي عربي والقرآنُ عربي و كلامُ اهلِ الجنّت عربي۔"(۱)

اسی طرح اللہ رب العزت اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:

"اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ھٰذا کِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِسَاناً عَرَبِيا"(۲)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا" (۳)

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں عربی زبان کی اہمیت وافادیت واضح ہو جاتی ہیں کہ دین اسلام کا بنیادی سرمایہ اسی زبان میں محفوظ ہے۔ یہ زبان قدامت کے ساتھ ساتھ جدّت کا پہلو بھی اپنے اندر رکھتی ہے یعنی علوم قدیمہ اور جدیدہ کا ضروری اور کارآمد سرمایہ اسی زبان نے اپنے اندر محفوظ کیا ہوا ہے۔ دنیا کی کوئی زبان ان فضائل کے حوالے سے عربی زبان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کتاب "لسان القرآن" کے صفحہ نمبر ۴ میں عبداللہ ابن مبارک کا قول درج ہے۔ لایَقبَلُ الرَّجُلَ بنوعٍ مِنَ العلومِ مالَم یُزیِّن عِلمَہ بِا لعَرَبِیۃِ۔ کوئی شخص عربی زبان کو قبول کیے بغیر اپنے کلام کو مزیّن نہیں کرسکتا۔ یہی وجوہات تھیں۔ جن کی بناءپر اقبالؒ اپنے کلام کو عربی زبان و ادب سے مزین کرتے رہے۔

اقبالؒ عربی زبان پر گہرا عبور رکھتے تھے۔ عربی زبان سے ان کی عقیدت ومحبت قرآن ہی سے شروع ہوئی جو کہ آپ کے والد محترم اور والدہ محترمہ کی تربیت، قرآن شناسی اور گھریلو ماحول میں قرآن کی طرف رجوع کا اثر تھا، بعد ازاں ان کے استاد محترم مولوی میر حسن نے ان کے شوق اور ذوقِ قرآنی کو چار چاند لگا دیا۔ اقبالؒ کی قرآن فہمی اور عربی دانی مولوی میر حسن کی کاوشوں اور محنت کا ثمر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علامہ محمد اقبالؒ نے اس وقت تک سر کا خطاب قبول نہیں کیا جب تک آپ کے استاد محترم کو شمس العلماء کا خطاب نہ ملا۔ اقبالؒ نے میر حسنؒ سے استفادہ کے علاوہ عمر بھر عربی زبان سے واسطہ رکھا جن میں عربی

شاعری اور نثر دونوں شامل ہیں۔ عربی کی کتابیں زیر مطالعہ رہنے کا ثبوت ان کے مختلف خطوط سے بھی ملتا ہے۔ عربی زبان وادب اور سرزمین عرب سے محبت و شغف ان کے محبوب رسول اللہ ﷺ سے نسبت کی وجہ سے تھا اور یہ محبت ان کے دل و دماغ میں اسی طرح رچی بسی کہ ان کی ذہنی ماحول کا ایک حصہ بن گئی تھی۔

جوں جوں اقبالؒ کی عمر اور علم میں پختگی آتی گئی، آپؒ اتنا ہی قرآن کی گہرائیوں میں غوطہ زن نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ عمر کے آخری حصّے میں آپؒ نے مکمل قصد کیا تھا کہ قرآن کی تفسیر لکھیں گے جس کا اظہار اقبالؒ نے اپنے مختلف مکاتیب میں کیا تھا۔

قرآن و حدیث اور عربی ادب پر مہارت نے اقبالؒ کی سوچ و فکر پر جو مثبت اثرات چھوڑے اس سے آپ کی شاعری اور خیالات کو آفاقیت اور خالص اسلامی اور مذہبی رنگ ملا اور یہ خالص اسلامی سوچ و فکر اور قرآنی نصرت نے نظریہ پاکستان کو خالص اسلامی رنگ میں پیش کرنے اور مسلمانانِ ہند کو اس نظریے کی طرف متوجہ کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ دو قومی نظریے کی جس طرح اقبالؒ نے تشریح کی اس سے اس وقت کے جیّد علماء کو بھی رہنمائی ملی۔ اقبالؒ نے فرمایا: کہ قوم وطن سے نہیں بلکہ نظریے سے بنی ہے۔ اگر کوئی عرب میں بھی پیدا ہو مگر اس کا نظریہ اسلامی نہ ہو تو وہ ابولھبی ہے۔ آپ کے اشعار میں اتحادِ امّت، نظریے کی پختگی اور اسلام کی بالادستی کے لیے ایک دعوتِ فکر ہے۔ اور اس دعوتِ فکر نے تمام مسلمانوں، علماء کرام اور نوجوان طبقے کو جھنجوڑا۔

اس مقالے کے لکھنے کا خاص مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اقبالؒ نے عربی زبان سے کس طرح اثر لیا اور اس اثر نے ان کی زندگی میں کیا انقلاب برپا کیا۔ اور اس انقلاب نے ان کی سوچ، فکر، کردار اور عمل میں کس طرح نئی جہتیں اور راستے متعین کیے۔

اس مقالے کے عمومی مقاصد یہ ہیں:

- اس بات کو واضح کرنا کہ انسان کی شخصیت پر زبان کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔
- اس بات کو منظر عام پر لانا کہ اقبالؒ عربی زبان وادب سے کس طرح متاثر تھے۔
- اقبالؒ کا عربی زبان پر عبور کے اسباب کو واضح کرنا۔
- اقبالؒ کا قرآن وحدیث اور عربی زبان وادب پر مہارت کو واضح کرنا۔

انسان کی شخصیت پر زبان کا اثر:

بولنا یا بات چیت کرنا انسان کی ان خصوصیات میں سے ہے، جو اُسے حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی اور اُسے بولنا سکھایا [۴]، فرمایا ''خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ [۵]'' اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان سکھایا۔ زبان کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ اس آیت مبارکہ سے واضح ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ [۶]'' آسمانوں اور زمین کی پیدائش زبانوں اور رنگوں کا اختلاف، آیات الٰہی میں سے ہے۔ اس میں جاننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ''(۷)''ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے تو اُس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے۔''زبان انسانی زندگی کے لیے بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔زبان جہاں انسان کی انفرادی زندگی میں اہمیت رکھتی ہے وہیں اجتماعی اور معاشرتی حوالے سے بھی انسانی معاشرے کی ایک ضرورت بن گئی ہے۔گھرانہ سماج کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی ہے اس اکائی کے افراد بھی زبان کے بغیر اپنے معاملات کو احسن طریقے سے بروئے کار نہیں لا سکتے نیز انسانی زندگی کا کوئی بھی گوشہ اس کے بغیر ادھورا ہے۔(۸)

معاشرے میں انسانوں کے درمیان پیدا ہونے والے باہمی تعلقات میں زبان کا کردار بڑا جاندار ہوتا ہے۔اسی طرح معاشرے کی تشکیل زبان کی تشکیل اور ردوبدل پر اثر انداز ہوتی ہے۔بعض اوقات زبان صرف بات چیت اور درس وتدریس کا وسیلہ و ذریعہ ہی نہیں رہتی بلکہ انقلاب اور حریت کی علامت کے طور پر سامنے آکر قوموں کی تاریخ بدل دینے کا بھی فریضہ سرانجام دیتی ہے۔(۹)اقبالؒ سردار عبدالرّب خان نشتر کو ۱۹۲۳ء میں خط لکھتے ہیں ''زبان کو میں ایک بت تصور نہیں کرتا جس کی پرستش کی جائے بلکہ اظہار مطالب کا ایک انسانی ذریعہ خیال کرتا ہوں۔زندہ زبان انسانی خیالات کے انقلاب کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے،اور جب اس میں انقلاب کی صلاحیّت نہیں رہتی تو مردہ ہو جاتی ہے۔ہاں تراکیب کے وضع کرنے میں مذاقِ سلیم کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔(۱۰)''ایک دوسرا خط مولوی عبدالحق صاحب کو لکھتے ہیں'' زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشوونما پاتی ہیں،اور نئے نئے خیالات وجذبات کے ادا کر سکنے پر ان کی بقا کا انحصار ہے۔''(۱۱)

انسانی شخصیت کے کئی اہم پہلو ہوتے ہیں۔جن میں سب سے اہم پہلو انسان کی علمیت ہی ہے،اور انسان اپنے علم کے ذریعے ہی الگ اور ممتاز مقام حاصل کر سکتا ہے۔علم کا حصول اور علمیت کا اظہار دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔مگر زبان کی حد تک دونوں ایک ہیں گویا دونوں کا انحصار زبان پر ہے موثر ابلاغ اور پیغام سمجھنا اور سمجھانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے،گویا کسی بھی علمی شخصیت کی علمیت کو جانچنے کا ایک معیار ان کی زبان وادب پر دسترس بھی ہے۔زبان وادب پر دسترس انسان کی شخصیت میں نکھار علمیت کے حصول اور علم کے اظہار میں سب سے بڑی مدد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے۔اقبال حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری کو عربی زبان میں مہارت حاصل کرنے اور اسلامی علوم کی روح تک پہنچنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں ''مصر جایئے۔عربی زبان میں مہارت پیدا کیجئے۔اسلامی علوم،اسلام کی دینی اور سیاسی تاریخ،تصوف،فقہ،تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمد عربی ﷺ کی اصل روح تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔پھر اگر ذہن خداداد ہے۔اور دِل میں خدمت اسلام کی تڑپ ہے،تو آپ اُس تحریک کی بنیاد رکھ سکیں گے جو اس وقت آپ کے ذہن میں ہے۔(۱۲)

اقبالؒ کی شخصیت پر عربی زبان کا اثر:

اقبالؒ کی سوچ وفکر اور پیغام قرآن وسنت کی تشریح ہے۔اقبالؒ نے تجدید احیائے دین اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے جو فکری مواد دنیا کے سامنے رکھا،یہ قرآن وسنت کے عمیق اور گہرے مطالعے کے بغیر مشکل بلکہ ناممکن ہے جس کی شخصیت کو

دنیائے اسلام نے حکیم الامت کا خطاب دیا، اور جن کا کلام قرآن کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ ہوں اور قرآن وحدیث ان کی فکری غذا ہو، اس شخص کی تفہیم عربی پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔

برصغیر پاک وہند میں تجدید احیائے دین کے حوالے سے اظہار رائے کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نتیجہ علامہ اقبالؒ کے حق میں نکالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ''اب حالیہ تاریخ پر نظر ڈالئے تو صاف نظر آئے گا کہ بیسوی صدی عیسوی احیائے اسلام کی جدوجہد کی صدی ہے۔ تقریباً پون صدی پر پھیلی ہوئی اس تاریخ میں اہم ترین اور جامع شخصیت علامہ اقبالؒ کی ہے۔ اُن کے بارے میں جس قدر غور کیا جائے، حیرت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اُن کی یہ ''جامعیت'' حیرت انگیز ہے کہ وہ واحد رہنما ہیں جو بیک وقت قومی اور احیائی دونوں محاذوں پر سرگرم عمل رہے کہ اگر ایک جانب وہ فکر اسلامی کے مجدّد ہیں تو دوسری جانب تصور پاکستان کے خالق اور نظریہ پاکستان کے ''موجد'' بھی ہیں اسی طرح وہ داعی الی القرآن بھی اور حکیم الامت بھی ہیں۔ جہاں تک قرآن کے فلسفہ وحکمت کے بحر عمیق میں غواصی کا تعلق ہے تو اس میدان میں تو وہ بالکل تنہا ہیں اور کوئی دوسرا اُن کا شریک یا مثیل نہیں ہے۔''(۱۳)

اقبالؒ کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی حضور ﷺ کا نام مبارک بغیر درود وسلام کے لیتا تو پوری رات بے کیفی کی حالت میں گزر جاتی اور اپنے دل میں ایک شدید درد محسوس کرتے جوں جوں زندگی کے دن گزرتے گئے حضور ﷺ کے ساتھ اقبالؒ کا عشق، جنون کی صورت اختیار کرتا گیا یہاں تک کہ آخری عمر میں جب بھی اُن کی مجلس میں نبی ﷺ کا ذکر آتا یا مدینہ منورہ کا ذکر ہوتا تو اقبالؒ بے قرار ہو جاتے، آنکھیں آبدیدہ ہو جاتیں، آنسو رواں ہو جاتے، بعض اوقات ہچکیاں بندھ جاتیں۔ مدینہ کا نام آتے ہی پیمانہ عشق لبریز ہو جاتا اور اشکِ محبت کی جھڑیاں لگ جاتیں۔(۱۴)

اقبالؒ کی شخصیت پر عربی زبان کا اثر بڑا گہرا ہے کیونکہ اقبالؒ قرآنی تعلیمات سے مستنبط ادب وشعر کے قائل تھے اور ان کی منثور و منظوم تصانیف ''اسرار و رموز، رموز بے خودی، ارمغان حجاز، بانگ درا وغیرہ'' اس امر پر شاہد وصادق ہیں۔(۱۵) عربی زبان کی طرف رجحان کی ایک بنیادی وجہ عشق رسول ﷺ بھی ہے اور یہی عشق زبان رسول ﷺ سے محبت وعقیدت کا سبب بنا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت شغف اور ان کا اخلاص انتہا درجہ کا تھا اس لیے ان کے نزدیک اسلام ہی ایک زندہ جاوید دین ہے کہ اس کے بغیر انسانیت فلاح وسعادت کے بام عروج تک نہیں پہنچ سکتی اور نبی ﷺ رشد وہدایت کے آخری مینار نبوت ورسالت کے خاتم اور مولائے کل ہیں۔(۱۶) یہ عربی زبان ہی کا اثر ہے کہ اقبالؒ کی شاعری دعوت الی اللہ کا کام دے رہی ہے اور امت مسلمہ اس سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور اپنے ایمان وعقیدے کو پختہ کر رہے ہیں۔

عربی زبان کے ساتھ اقبالؒ کی محبت:

اقبالؒ نے اسلام کی تبلیغ وترویج اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے قرآنی آیات احادیث نبوی ﷺ اور عربی کے الفاظ کو اپنی شاعری میں جگہ دی اور آیات کی تضمین کی صورت میں منطقی انتہا تک

لے گئے۔ ابتدا میں شاید پنجابی انداز ہو، لیکن بعد میں اقبالؒ اس سے بتدریج دور ہوتے گئے۔ یوں دیکھیں تو علامہ اقبالؒ کے لسانی شعور اور ان کی شاعری میں عملاً اظہار میں بُعد نظر آیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی بنیادی وجہ پیغام کی گراں باری تھی، اقبالؒ جو کچھ کہنا چاہتے تھے اس کے لیے اُردو زبان کا مروّج سانچہ ناکافی تھا اس لیے وہ عربی فارسی کے مانوس اور غیر مانوس ہر طرح کے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور تھے، بلکہ جیسے جیسے اسلام کی طرف ان کا رجحان بڑھتا گیا، ویسے ویسے ہی اسلامی تاریخ، شخصیات اور تلمیحات اور قرآن کے حوالوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔(۱۷) جیسا کہ فرماتے ہیں:

حرف لا تحزنوا اندر برش　　أنتم الاعلون تاج برسرش(۱۸)

اے مسلمان اللہ تعالیٰ نے تجھے بے خوفی اور بہادری کا لباس عطا کیا ہے اور تجھے انتم الا علون ان کنتم مومنین کے مطابق تمام قوموں پر برتری کا تاج پہنایا ہے۔ اقبالؒ اسمائے حسنیٰ کو اپنی شعری انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں:

جانم از صبر و سکون محروم بود　　وِردمن یاحیُّ یاقیُّوم بود(۱۹)

اقبالؒ نے اسمائے حسنیٰ میں یہ اسم اس لیے منتخب کیے ہیں کہ ان کا تعلق حیات اور استحکام حیات سے ہے حیّ بمعنی زندہ اور قیوم بمعنی خود بھی زندہ اور دوسروں کو زندہ رکھنے والا کو کہتے ہیں کہ جب دنیا سوتی تھی میں اس وقت بارگاہ رب العزت میں رو رو کر قوم کی ترقی کے لیے دعائیں کرتا تھا اور یاحیُّ یاقیّوم کا ورد کرتا تھا۔

اقبالؒ نے اُردو زبان کا دامن نئی نئی تراکیب سے مالا مال کر دیا۔ انہیں فارسی پر عبور تھا، عربی کے الفاظ بھی ان کی دسترس سے باہر نہ تھے اسی طرح فارسی و عربی کے اثر سے ان کی زبان میں شیرینی و حلاوت، رنگینی، و رعنائی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔(۲۰) اب یہ اقبالؒ کی فنی ریاضت کا اعجاز ہے کہ انہوں نے غیر مانوس الفاظ کو اس سلیقہ اور فن کاری سے برتا کہ وہ بھی اُردو کا جزو بن گئے۔(۲۱)

اقبالؒ نے نہ صرف آیات قرآنیہ، احادیث النبوی ﷺ اور عربی کے الفاظ استعمال کیے بلکہ آپ کی پوری شاعری قرآن وحدیث کی تشریح اور اسلام کی تبلیغ و ترویج ہے۔ اقبالؒ کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے تمام فلسفیانہ خیالات کا منبع قرآن مجید ہے۔ علامہ اقبالؒ ''اسرار و رموز'' کے آخر میں اپنی نظم عرض حال مصنف بحضور رحمۃ العالمین ﷺ میں واضح کرتے ہیں کہ میرے تمام افکار کی بنیاد (قرآنی تعلیمات ہے)۔ اگر ان میں کہیں بھی غیر قرآنی فکر پوشیدہ ہے تو علامہ اقبالؒ خود اپنی سزا تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:(۲۲)

اے فروغت صبح اعصار و دہور
چشم تو بینندۃ ما فی الصدور
پردہ ناموس فکرم چاک کن
این خیابان راز خارم پاک کن

تنگ کن رخت حیات اندر برم
اہل ملت نگہدار از شرم
روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسہ پا کن مرا(۲۳)

کتاب ''میزان اقبال'' کے مقدمے میں ''کلام اقبال پر عربی اُدب کے اثرات'' کے حوالے سے محترم ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں ''کلام اقبال'' (نہایت ابتدائی زمانے کے سوا) بالعموم عربیت سے اثر پذیر رہا ہے۔۔۔اور میں ذاتی طور پر گواہ ہوں کہ وہ عربی کی کتابیں اکثر پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے منگوایا کرتے تھے، اور یہ سعادت میرے حصے میں بھی آئی کہ میں اکثر و بیشتر یہ خدمت انجام دیا کرتا تھا کیونکہ میں اس زمانے میں یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ عربی میں ملازم تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے حلاج کی ''کتاب الطواسین'' عمر بن الفارض کا ''تائیہ'' جیلی کی ''الانسان الکامل'' ابن رشیق کی کتاب ''العمدہ'' کا ایک سے زیادہ مرتبہ مطالعہ کیا، یہ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۶ء کے درمیان کا قصہ ہے۔ان کے قدیم ترین مکاتیب سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربی ادب کے شاہکاروں سے ان کا واسطہ دیرینہ تھا اور ہر چند انہوں نے اپنے اظہار کے لیے فارسی اور اردو کو منتخب کیا مگر صحیح یہ ہے کہ ان زبانوں سے ان کا شغف محض اُسلوب کی حد تک تھا، مطالب کی روح ہمیشہ عربی رہی۔(۲۴)

اقبالؒ عربی زبان کو مسلمان علماء اور ادباء کے لیے وحدت فکر کا زبردست ذریعہ سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عربی زبان مسلمان علماء اور ادباء کے لیے وحدتِ فکر کا زبردست ذریعہ ہے پس ایک مسلمان کے لیے اس کے اور دوسری اسلامی زبانوں کی ادبیات کے درمیان کچھ حائل نہیں سوائے الفاظ کے جن کے عقب میں ایسے حقائق ہوتے ہیں جنہیں وہ پہلے ہی جانتا ہے اور ایسے افکار ہیں جو اس کی فہم و عقل سے دور نہیں اور ایسے جذبات ہیں جن سے ان کا دل پہلے ہی آشنا ہے۔(۲۵)

اقبالؒ تفہیم قرآن کے حوالے سے اپنے والد محترم کی نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں ایک دن میرے والد نے مجھے نصیحت کی کہ بیٹا قرآن مجید کی اس طرح تلاوت کیا کرو کہ گویا وہ تیرے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔اس دن کے بعد میں قرآن مجید کی تلاوت ایک دوسرے نکتہ نگاہ سے کرنے لگا اور تفہیم معانی کی طرف متوجہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ انوارالقرآن کو میں نے ایک خاص شیوے سے اقتباس کیا۔اور اس کتاب کے موتی میں نے اشعار کی لڑیوں میں پرو دیے۔(۲۶)

وہ اسباب جن کی وجہ سے اقبالؒ نے عربی زبان سے اثر لیا:

اقبالؒ جس مسلم گھرانے کی فضا میں آنکھ کھولی وہ اخلاص کی سادگی اور دین کی سچائی میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اساتذہ وقت سے انہیں ابتدائی تربیت پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان میں علم صحیح کی گہرائی بھی تھی اور حسن عمل کی اثر انگیزی بھی، یوں اقبالؒ نے اپنے گھر سے سادگی کے ساتھ خلوص اور دین حق کے ساتھ سچے لگاؤ کی عملی تربیت پائی جب کہ اپنے اولین اساتذہ سے

اسلامی علوم سے آگاہی اور اسلامی اصولوں پر عمل کا پہلا درس لیا آگے چل کر یہی باتیں عملی زندگی میں دین اسلام اور ملت بیضاء سے وابستہ رہنے اپنے ماضی وحال اور مستقبل کی خبر رکھنے کو اپنا دستور العمل بنانے کا وسیلہ بنیں۔(۲۷)

اقبالؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر اور مکتب میں ہوئی، بعد کو ان کے والد نے مولانا سید میر حسن کے مشورے پر انہیں اسکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں داخل کر دیا جہاں میر حسن خود بھی عربی و فارسی کے استاد تھے۔(۲۸) ان کی تعلیم کا یہ خاصہ تھا کہ جو کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھتے ان کی طبیعت میں اس زبان کا صحیح مذاق پیدا کر دیتے تھے اقبالؒ کو بھی اپنی ابتدائے عمر میں مولوی میر حسنؒ سا استاد ملا طبیعت میں علم و ادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی مولوی صاحب فارسی اور عربی کی تحصیل کرنا مزید سونے پر سہاگا ہو گیا۔(۲۹) ۱۸۹۳ء میں میٹرک پاس کیا اور ۱۸۹۵ء میں انٹر میڈیٹ کے امتحانات وہیں سے پاس کیے۔(۳۰)

چنانچہ اقبالؒ نے مولانا کی علمی و ادبی صحبتوں سے پورا فائدہ اٹھایا خاص طور پر عربی فارسی سے لگاؤ شعر و ادب کا ذوق اور اسلامیات و مشرقیات کا شغف، علامہ میر حسن ہی کی تعلیم و تربیت کی بدولت پیدا ہوا۔ اقبال کو بھی مولانا سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی یہاں تک سر کا خطاب اس وقت اپنے لیے قبول کیا جب کہ مولانا کو شمس العلماء کا خطاب دلوا دیا۔(۳۱)

۱۸۹۷ء میں اقبالؒ نے بی اے کیا۔ بی اے تک فلسفہ کے علاوہ ان کے اختیاری مضامین عربی اور انگریزی ادب تھے۔ بی اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا اور عربی میں اوّل آنے پر وظیفے کے علاوہ سونے کے دو تمغے بھی حاصل کیے۔(۳۲)

۱۸۹۹ء میں یعنی سر سید کے انتقال سے ایک برس بعد اقبالؒ نے فلسفہ میں ایم اے کیا پنجاب یونیورسٹی میں اوّل آنے پر نواب علی بخش گولڈ میڈل حاصل کیا اور اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے ریڈر مقرر ہوئے تنخواہ ۷۳ روپے ماہوا تھی یہ ملازمت ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء تک رہی۔(۳۳)

اقبالؒ نے جس ماحول میں تعلیمی مراحل طے کیے ان کی ایک جھلک ان کے اس بیان میں ملتی ہے کہتے ہیں کہ "میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا والد صاحب مجھے دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک صبح وہ میرے پاس سے گزرے تو فرمایا فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔ بالآخر انہوں نے ایک مدت کے بعد یہ بات بتادی کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھ کر پڑھو کہ یہ قرآن تم پر ہی اترا ہے یعنی جیسے اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔(۳۴)

اقبالؒ کے والد کا معمول تھا کہ جب بھی انہیں کسی بات سے ٹوکتے یا ان کو کچھ کرنے سے منع کرتے تو ہمیشہ قرآن مجید یا اسوۂ رسول ﷺ کی سند سے پند و نصیحت فرماتے اقبالؒ ان کے منہ سے جب قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث آنحضرت ﷺ سنتے تو چہرے پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار کیے بغیر خاموش ہو جاتے۔

اقبالؒ کی زندگی پر قرآن مجید کا گہرا اثر ہے مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ :"اقبالؒ کا ایمان چونکہ نو مسلم کا سا ہے خاندانی وراثت کے طور پر نہیں ملا ہے، اس لیے ان کے اندر نسلی مسلمانوں کے مقابلے میں قرآن سے شغف، تعلق اور شعور و احساس کے ساتھ مطالعے اور تلاوت کا ذوق بہت زیادہ ہے۔"(۳۵)

اقبالؒ نے اپنی پوری زندگی قرآن مجید پر غور وفکر کرتے ہوئے گزاری نوجوان ملت کے لیے وہ ایک پیغام چھوڑ گئے ہیں:

میں اس گھر کو صد ہزار تحسین کے قابل سمجھتا ہوں، جس گھر میں علی الصبح تلاوت قرآن مجید کی آواز آئے یعنی تلاوت ہو اور آواز کے ساتھ ہو۔(۳۶)

اقبال اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں:

مرا ساز اگر چہ ستم رسیدہ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا میری عربی رہی(۳۷)

اقبالؒ مسلمانوں کو قرآن پر غور فکر اور تدبّر کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہتے ہیں:

قرآن میں ہوں غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطاء جدتِ کردار۔(۳۸)

فرماتے ہیں:

اے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر
مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے یا میرا؟
محمد بھی تیرا، جبریل بھی قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شریں،)ترجماں تیرا ہے یا میرا؟(۳۹)

ڈاکٹر تاثیر نے بال جبریل کے اس شعر کی تفسیر چاہی تو اقبالؒ نے فرمایا۔ اے خدا یہ صحیح ہے کہ محمد ﷺ اور جبریلؑ اور قرآن سب تیرے ہیں یعنی محمدؐ تیرے رسول ﷺ ہیں اور جبریلؑ تیرے فرشتے ہیں اور قرآن تیرا کلام ہے مگر یہ بتا کہ حرف شرین (قرآن) ترجمانی کس کی کر رہا ہے میری یا تیری (انسان کی یا خدا کی)۔(۴۰) یہ تھے وہ اسباب جن کی وجہ سے اقبالؒ کی پوری زندگی عربی زبان کی اثر انگیزی اور محبت وعقیدت سے بھری پڑی ہے۔ اور ان کا پورا منثور ومنظوم کلام اس زبان کی حلاوت وشرینی اور مٹھاس لیے ہوئے ہیں۔

اقبالؒ کا اپنی شاعری میں عربی زبان کی طرف رجحان:

علامہ روزمرہ کی زندگی میں عام طور پر پنجابی میں بات کرتے تھے۔ لیکن علمی اور ادبی موضوعات پر گفتگو ہو تو اُردو سے کام لیتے تھے شعر اگرچہ صرف اُردو اور فارسی میں کہتے تھے لیکن جرمن، انگریزی اور عربی، زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ زبان کے استعمال کے سلسلے میں کسی تعصب کا شکار نہ تھے حسب موقع مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لیے جیسی ضرورت ہوتی ویسی زبان کا استعمال کرتے، انگریزی بولنے میں علامہ کا لہجہ معمولی مگر تحریر میں ان کے قلم کا زور بے پناہ تھا یہی حال عربی وفارسی کا تھا یعنی ان زبانوں پر عالمانہ عبور رکھنے کے باوجود بولنے میں قدرے تکلف ہوتا تھا۔ مطالعے کے لیے کسی خاص زبان کا التزام نہ تھا۔ اُردو،

فارسی، عربی، انگریزی جس زبان میں اچھی کتاب ہاتھ لگتی پڑھ لیتے۔[41] اقبالؒ نے اظہار مطالب کے لیے بعض اوقات عربی الفاظ کا سہارا لیا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ فارسی اور انگریزی سے زیادہ رجحان عربی کی طرف تھا۔ اور ان کا فصیح عربی زبان وادب سے زیادہ دلچسپی تھی اور اب ہم ان عنوانات کی روشنی میں ان کی عربی زبان کے ساتھ محبت وعقیدت کو واضح کریں گے۔

اقبالؒ کے دل ودماغ اور کردار وعمل میں اسلام کی روح بس گئی تھی وہ جتنا علمی میدان میں آگے بڑھتا گیا اتنا ہی قرآن مجید کی گہرائیوں میں اترتا گیا گویا قرآن عربی ان کے دل ودماغ کی غذا بن گئی تھی۔ اور یہی قرآن مجید اور فرقان حمید اُن کے فلسفہ، علم اور شاعری کا اصل منبع تھا۔ ظاہر ہے کہ قرآن پر عبور عربی زبان کے بغیر ممکن نہیں۔ اب ہم یہ واضح کریں گے کہ اقبالؒ نے قرآنی آیات کریمہ کو اپنی شاعری میں کس طرح جگہ دی کہ یہ بھی فارسی اور اُردو شاعری کا حصہ بن گئیں مثال:

اہل حق را رمز توحید از بر است
در اٰتی الرحمن عبداً مضمر است [42]

اٰتی الرحمٰن عبداً" قرآن مجید کی آیت کریمہ "اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا"[43] سے ماخوذ ہیں اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں وہ توحید الٰہی کے حقیقی مفہوم سے آگاہ ہیں کہ اس دنیا میں تو یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ کی ذات اور اس کی وحدانیت کا انکار کر دے لیکن قیامت کے دن ہر شخص اس کا بندہ بن کر اس کے سامنے حاضر ہو گا۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ ہے: وَلَكُمۡ فِي الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الۡاَلۡبَابِ [44] اے عقل والو! اگر تم غور کرو گے تو تمہیں نظر آئے گا کہ قصاص کے قانون تمہارے لیے زندگی ہے اقبالؒ نے اس آیت کریمہ کو اپنے شعری انداز میں اس طرح بیان کیا ہے:

گفت قاضی فی القصاص آمد حیاۃ
زندگی گیرد بایں قانون ثبات
مدّعی را تابِ خاموشی نماند
آیہ بالعدل والاحسان خواند[45]

اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ [46] اللہ تمہیں نیکی اور انصاف کا حکم دیتا ہے۔ مدعی خاموشی کی تاب نہ لاسکا اور قاضی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل کے ساتھ احسان کرنے کا حکم بھی دیا ہے اس لیے میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے لیے بادشاہ کو معاف کرتا ہوں۔[47]

"وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ"[48] "یعنی ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دیدیا، اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ اللہ باے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر
برآں شہزادہ خیر ملک
دوش ختم المرسلین نعم الجمل
درمیانِ اُمت آں کیواں جنابا
ہمچو حرفِ قل ہو اللہ درکتاب(۴۹)

ان اشعار میں اقبالؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کے مرتبہ عالیہ کا کیا پوچھنا ہے سیدہ النساء حضرت بتولؓ اُن کی ماں ہیں، اور سید الانبیاء سرکار دوعالمؐ ان کے نانا ہیں حضرت علیؓ ان کے والد بزرگوار ہیں جو بسم اللہ کی لے ہیں یعنی قرآن کا دروازہ ہیں۔ اور وہ خود قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہیں۔ ''وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ''امام حسینؓ کی رفعت شان کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ جب کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں صاجزادے حضور اکرم ﷺ کے دوش مبارک پہ بیٹھے ہوئے تھے تو ایک صحابیؓ نے یہ کہا کہ ان صاحبزادوںؓ کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ :''نعم الجمل جملکما و نعم العدلان انتما''یعنی تمہارا دونوں کا اُونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین سوار ہو۔ عدلان اُن دو سواریوں کو کہتے ہیں، جو کجاوے میں آمنے سامنے بیٹھتی ہیں تا کہ وزن برابر ہے۔ جس طرح قل ھو اللہ یعنی سورۃ اخلاص سارے قرآن مجید میں ممتاز ہے اسی طرح امام حسین ساری اُمّت میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔(۵۰)

ایک اور جگہ اقبالؒ قرآن پاک کی اس آیت ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ''(۵۱) کہ ''اے رسول ﷺ ہم نے تیری خاطر تیرا ذکر بلند کر دیا'' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کی تعریف کرتے ہیں :

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے(۵۲)

یعنی دنیا بھر کی قومیں قیامت تک یہ منظر دیکھتی رہیں گی کہ رب ذوالجلال نے حضور ﷺ کا تذکرہ اور مرتبہ بلند رکھنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ کس انداز میں پورا کیا جاتا رہا ہے مراد یہ ہے کہ انحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ توحید اور رسالت بھی ہمیشہ قائم رہے گی اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوتا رہے گا۔ کیونکہ اللہ نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ اے رسول ﷺ! ہم نے آپ کا نام ساری دنیا میں بلند کر دیا ہے۔(۵۳)

اقبالؒ نے خضرؑ سے استفسارات میں سلطنت کے بارے سوال کیا تھا کہ اس کی نوعیت کیا ہے؟ چنانچہ اس جواب میں خضرؑ نے کہا اے شاعر! میں تجھے اس بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت کی معنویت بتاتا ہوں جو یہ ہے ''اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا

دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْہَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَہْلِہَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (۵۴)''اقبالؒ خضرؑ کی اس قول اور آیت قرآنی کو اپنے شعری انداز میں یوں بیان کیا ہے:

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۃ اِنَّ الملوك سلطنت اقوام غالب کی ہے اِک جادو گری۔(۵۵)

یعنی میں تجھے ''ملوکیت'' کے معنی سمجھاتا ہوں، جب کوئی قوم کسی دوسری قوم پر غالب آجاتی ہے تو مفتوح قوم کو ذلیل وخوار کر دیتی ہے۔اور یہ چاہتی ہے کہ وہ ہمیشہ کیلئے اس کی غلام بن جائے۔(۵۶)مطلب یہ ہے کہ جو قوم طاقتور ہو گی۔وہ ہمیشہ کمزور قوموں کا استحصال کرتی رہے گی۔

دوسرے شعر میں اقبالؒ نے سورۃ آل عمران کی ایک آیت سے اقتباس لیا ہے۔اِنَّ اللہَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ(۵۷) بیشک اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا چنانچہ خضرؑ شاعر سے کہتے ہیں۔یعنی اگر تو مسلمان ہے تو اپنے سینہ کو آرزو سے آباد رکھ،اور اس آیت کو ہمیشہ مد نظر رکھ کہ اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا،اس کا وعدہ ہے کہ اگر مسلمان ایمان لا کر نیک کام کریں گے۔تو وہ ضرور اُن کو دنیا میں عزت (خلافت)عطاء فرمائے گا۔(۵۸)

فرماتے ہیں:

اے مسلمان ہر گھڑی پیش نظر
آیہ لایُخلِفُ المیعاد رکھ
یہ لسان العصر کا پیغام ہے
انّ وعد اللہ حق یاد رکھ(۵۹)

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اے مسلمان یاد رکھ! کہ اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا یہ بات اُس کی شان کے خلاف ہے پس اگر تو چاہتا ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے تو تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنا وعدہ پورا کر۔دوسرا شعر اکبر الہ آبادی کا ہے اقبالؒ نے اس پر تضمین کی ہے حضرت اکبر آلہ آبادی قوم کو پیغام دیتے ہیں کہ اے مسلمانو! اللہ نے جو وعدے قرآن مجید میں مومنوں سے کیے ہیں۔وہ سب حرف بحرف صحیح ہیں اس لیے تم ایسی زندگی بسر کرو کہ اللہ ان وعدوں کو پورا فرمائے۔(۶۰)ایک اور جگہ اقبالؒ نے دو الگ قرآنی آیات کو تضمین کے طور پر لیا ہے پہلی آیت وَقَدْ كُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (۶۱)یعنی تم عذاب کے آنے میں شک کر کے جلدی کرتے تھے اور دوسری آیت مبارکہ: حَتّٰٓي اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَہُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (۶۲) یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کے لشکر کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوئے چلے آئیں۔

حکمت و تدبیر سے یہ فتنہ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا وَقّد کنتم بہ تستعجلون

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف یَنسِلُون (۶۳)

اقبالؒ کہتے ہیں کہ اشتراکیت دراصل وہ عذاب ہے، جو اللہ تعالیٰ نے سرمایہ داروں پر اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے نازل کیا ہے۔ اب چونکہ سرمایہ دار مضطرب ہے اقبالؒ قرآنی الفاظ میں اُن سے کہتے ہیں کہ اے ظالمو! جب اللہ کے نیک بندے تم سے کہتے تھے کہ غریبوں کا خون چوسنا چھوڑ دو ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا۔ پس اے سرمایہ دار! اب کیوں مضطرب ہو، یہ وہی عذاب ہے۔ جس کے نزول میں شک کر کے تم اس کیلئے جلدی مچایا کرتے تھے یاد رکھ یہ عذاب ٹل نہیں سکتا یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کے لشکر کھول دیئے جائیں، اقبالؒ نے یاجوج ماجوج سے مراد امریکہ لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو پیش گوئی کی گئی ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جب یاجوج ماجوج کے لشکر کھل جائیں گے۔ اور تمام دنیا میں پھیل کر تباہی مچائیں گے۔ روس اور امریکہ اس کی تفسیر ہے۔ (۶۴)

ایک دوسرے شعر میں بھی سرمایہ دار طبقے پر چوٹ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کار خانے کا مالک مرد ناکردہ کار
عیش کا پتلا ہے محنت ہے اسے ناسازگار
حکم حق ہے لیس للانسان الا ماسعیٰ
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار (۶۵)

اقبالؒ نے ان دو شعروں میں محنت کش طبقہ کی حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ کارخانہ کا مالک (سرمایہ دار) نہایت پست فطرت نااہل، عیش پسند اور کاہل ہے اب اُس کے مقابل ذرا قرآن مجید کی اس آیت پر غور کرو کہ "انسان اُسی شے کا حق دار ہے جس کے حصول کے لیے وہ جدوجہد کرے۔ اگر یہ فرمودۂ قرآنی صحیح ہے (اور یقیناً صحیح ہے) تو پھر سرمایہ دار کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ مزدور کی محنت کا پھل تو خود کھائے اور مزدور خون جگر پی کر زندگی بسر کرے۔ (۶۶) اقبالؒ نے ذیل کے اس شعر میں کن فیکون کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جو قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۶۷) ''اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔''

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون (۶۸)

مطلب ہے اللہ عزوجل نے ایک لفظ ''کن'' کے ذریعے کائنات کو تخلیق کیا آج تک کانوں میں یہی لفظ بار بار گونج رہا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کائنات ابھی تک ناتمام ہے۔ اور پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی (۶۹) ذیل کے دو اشعار اس آیت

مبارکہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس میں موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی استدعا کی تھی قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ۔ (۷۰)

اُرنی میں بھی کہہ رہاہوں مگر

یہ حدیث کلیم وطور نہیں (۷۱)

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی موسیٰؑ کی مانند حق تعالیٰ سے جلوہ نمائی کی استدعا کر رہاہوں۔ لیکن اس امر کا خواہاں نہیں کہ اس کے جلوے کو دیکھ کر ہوش وحواس سے بیگانہ ہو جاؤں۔ میں اسے عالم ہوش میں دیکھنے کا خواہاں ہوں۔ (۷۲)

نہیں ہے اس زمانے کی تگ وتاز

سزاوارِ حدیث لن ترانی (۷۳)

اقبالؒ کہتے ہیں کہ اے اللہ تیرا دیدار (تجھے دیکھ لینا) میرے دل کی ہمیشہ کی زندگی کا باعث ہے، عہد حاضر دوڑ دھوپ کا زمانہ ہے نئی نئی ایجادات کا زمانہ ہے۔ اس دور میں تیرا یہ کہنا کہ اے انسان تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اس زمانے کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے تو ضرور مجھے اپنا دیدار کرا۔ اپنے دوسرے شعر میں اقبالؒ مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھ کر نظام اقتصادیات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قل العفو قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے جو یہ ہے۔ وَیَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ قُلِ الۡعَفۡوَ (۷۴)

جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک

اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار (۷۵)

اقبالؒ فرماتے ہیں امید رکھی جاتی ہے کہ شاید اس دور میں غلط نظریات سے تنگ آکر لوگ صحیح فکر کی تلاش میں قرآن اور اسلام کی طرف رجوع کریں۔ اور اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے جو قل العفو والی آیت موجود ہے دنیا کے سامنے اسلامی نظام اقتصادیات کا وہ تصور پیش کریں۔ جس نے تقریباً بارہ تیرہ سو سال انسانی فلاح کا کام کیاہے۔ اور آج ہم انگریزی اور مغربی تہذیب وتمدن اور افکار سیاسیات واقتصادیات کی بناپر اسے بھول چکے ہیں۔ اور اشتراکیت جیسی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ (۷۶) اقبالؒ اس آیت کریمہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (۷۷) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یہ ہے ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام

وہ جس کی شان میں آیاہے علّم الأسماء (۷۸)

مطلب یہ ہے راہ حق پر سفر اور حقیقت کی جستجو کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ مشاہدہ کا ہے، جو صوفیانہ طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ عقلی ہے جو فلسفیوں کا طریقہ ہے۔ سالک یعنی حقیقت کی تلاش کے راستے پہ چلنے والے ہیں۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے علم الاسماء کی صفت سے نوازا ہے بلکہ سارے انسانوں کو نوازا ہے بشرطیکہ وہ اس انعام کو انعام خداوندی سمجھ کر تلاش کریں۔ جو

سالک ذکر کا یا عشق کا راستہ اور مشاہدہ اختیار کرتے ہیں وہ تو اپنے مقصود کو یقین کی حد تک پا لیتے ہیں۔ وہ حقیقیت کو دیکھ لیتے ہیں اور دیکھنے والا شک میں نہیں پڑ سکتا اس کے برعکس جو عقل کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔ حقیقت ان میں سے بعض پر منکشف ہو جاتی ہے لیکن مشاہدہ نہ ہونے کے اعتبار سے یقین کامل کا پاؤں بعض دفعہ لغزش کھا جاتا ہے۔

تضمین احادیث مبارکہ:

اقبالؒ حضورؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اسی طرح ان کی محبت وعقیدت نبی مہربانؐ کی احادیث مبارکہ سے تھی وہ جابجا اپنے اشعار میں احادیث مبارکہ کو تضمیناً شامل کرتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو مختصر مقالے میں یکجا کرنا ممکن نہیں اس لیے مثال کے طور پر چند احادیث مبارکہ کی تضمینات کا یہاں حوالہ دیتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے " الفقر فخری" کہ فقیری میرے لیے باعث فخر ہے۔ اس حدیث مبارکہ کو اقبالؒ نے اپنے اس شعر میں تضمیناً استعمال کی ہے فرماتے ہیں۔

سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں

بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا[۷۹]

مطلب یہ ہے کہ قرون اُولیٰ کے مسلمانوں نے دوسروں کو تہذیب وتمدن اور رہنے سہنے کا ڈھنگ سکھایا اس کے علاوہ حکمرانی کے قاعدے بھی بتائے اس شان وشوکت کے باوجود اس قوم کے لوگوں نے دولت مندی اور حکمرانی کے دور میں بھی حضور ﷺ کے اس حدیث مبارکہ کے مصداق درویشی و فقیری کو اپنا وطیرہ بنایا۔ اس لیے کہ ان کے نزد دلکش اور خوبصورت چہرے کی زیبائش کیلئے ظاہری ساز وسامان ضروری نہ تھا۔[۸۰] اقبالؒ ایک دوسری حدیث مبارکہ انا خاتَمُ النَّبِيِّينِ لا نبی بعدی۔ "میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں" کو اس طرح اپنے شعری انداز میں تضمین کرتے ہیں:

لا نبی بعدی احسانِ خدا است پردہ ناموس دین مصطفیٰ اَست[۸۱]

مطلب یہ کہ نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کا نہ آنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تمام امت مسلمہ اور بالخصوص تمام عالم انسانیت پر احسان عظیم ہے اور اسی عقیدے سے ہی دین مصطفوی ﷺ قائم ہے۔ اب ایک اور حدیث مبارکہ جس کی تضمین اقبالؒ نے اپنے فارسی شعر میں کی ہے، کا جائزہ لیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا انّما المومنونَ اِخوَۃ یعنی" سب مسلمان آپس مس بھائی بھائی ہیں"۔ اس حدیث مبارکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبالؒ فرماتے ہیں:

کُلّ مُؤمِن اخوۃ اندر دلش

حریت سرمایہ آب و گلشن[۸۲]

مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور حریت کا سرمایہ تو اسی کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، یعنی ہر مسلمان اپنی ماں کے پیٹ سے حریت کی نعمت ساتھ لے کر آتا ہے اگر وہ کفر اختیار کر کے اس نعمت کو زائل کر دے تو یہ اس کا قصور ہے جس کے لیے وہ خود ذمہ دار ہے۔[۸۳]

حضورﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں فرمایا ''اَمنَ النَّاسِ عَلَیَّ فی صُحبَتِہٖ وَ مَا لِہ اَبُو بَکرٍ'' یعنی ''دنیا کے تمام انسانوں میں صحبت و رفاقت اور مال و دولت کے اعتبار سے ابو بکر نے مجھ پر سب سے زیادہ احسانات کیے ہیں۔''(۸۴)

اقبالؒ نے اس حدیث مبارکہ کی یوں تشریح کی:

آں آمَنَّ النّاس برمولائے ما
آں کلیمِ اوّل سینائے ما(۸۵)

مطلب یہ ہے کہ ابو بکر مردوں سے سب سے پہلے سرکار دوعالمﷺ پر ایمان لائے جس کی شان میں حضورﷺ نے یہ فرمایا یعنی دنیا کے تمام انسانوں میں محبت و رفاقت اور مال و دولت کے اعتبار سے ابو بکر نے مجھ پر سب سے زیادہ احسانات کیے۔ حدیث مبارکہ ہے ''لا تسبوا الدھر فان الله قال اناالدھر الایام واللیالی لی اجددھا و ابلیھا و انی بملوك بعد ملوك(۸۶)'' اقبالؒ نے اس حدیث مبارکہ کو اپنے شعری انداز میں یوں پیش کیا ہے:

زندگی از دہر ودہر از زندگی است
لا تسبو الدھر فرمان نبی است(۸۷)

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ زندگی دہر سے اور دہر زندگی سے ہے۔ زمانے کو بُرا مت کہو یہ حضورﷺ کا ارشادِ مبارک ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ ہے: ''لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب و الا نبی مرسل(۸۸)'' اس حدیث مبارکہ کو اقبالؒ نے اپنے شعری انداز میں یوں بیان کیا ہے:

تا کجا در روزوشب باشی اسیر
رمز وقت از لی مع اللہ یاد گیر(۸۹)

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو کب تک اس دن اور رات کے چکر میں سرگرداں رہے گا، ذرا ''لی مع اللہ'' سے وقت کی حقیقت پر غور کر اور سمجھ۔

تضمین اشعار العرب:

اقبالؒ عرب شعراء سے بھی متاثر ہیں۔ ان کے اشعار کو اپنی شاعری کا حصہ بناتے ہیں۔ ان کی شاعری عربی شاعری کی خصوصیات سے متصف ہیں۔ اقبالؒ کی نظر میں سچی شاعری وہی تھی جس کا نمونہ عرب شاعروں نے قائم کیا یہی وجہ ہے کہ اسرار خودی میں وہ شعرائے معاصر کو عرب شاعری کے نصب العین کی طرف رجعت کا مشورہ دیتے ہیں۔ (رجعتے سوئے عرب می بایدت۔)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عربی شاعری میں کیا خاص چیز تھی جس کے لیے اقبالؒ کے دل میں کشش پیدا ہوئی، علاوہ اس محبت سے جو عرب کے ماحول اور عرب سے متعلق ان کے دل میں ہر شے کے لیے تھی، عربی شاعری میں جو مستقل وجہ جاذبیت بنی وہ اس کے لہجے کی توانائی ہے۔ بہر حال عربی شاعری کا علامہ کے کلام پر مستقل اور واضح اثر ہے۔ (۹۰)

امتش در حرزِ دیوار حرم

نعرہ زن مانندِ شیر ان دراجم (۹۱)

مسلمانان عالم حرم کی کعبہ کی دیوار کی حفاظت کے لیے ساری دنیا میں اس طرح نعرہ زن ہیں جس طرح شیر اپنی کچھار میں ڈکارتا ہے۔ اقبالؒ نے اس شعر کا مضمون قصیدہ بردہ کے اس شعر سے لیا ہے۔

اَحَلَّ امَّۃَ فی حرزِ مِلَّتِہِ

کاللیث حَلَّ مَعَ الاشبالِ فی اجم

آپ ﷺ نے اتارا اپنی قوم کو اپنے دین کے مضبوط قلعہ میں جیسے شیر اپنے بچوں کو ساتھ لیکر اپنی کچھار میں فروکش ہوتا ہے۔ حضرت کعبؓ نبی کریمؐ کو بہت ایذا دیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر طائف چلے گئے۔ وہاں سیلاً قصیدہ ''بانت سعاد'' لکھ کر حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگی حضورؐ نے ان کو معاف کر دیا۔ اور قصیدے کے صلے میں اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔ اس قصیدے میں کعبؓ نے حضورؐ کو ''سیف من سیوف الھند'' ہندوستان کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے الفاظ سے مخاطب کیا مگر حضور ﷺ نے کعبؓ کے مصرع میں اصلاح دے کر فرمایا ''سیف من سیوف اللہ'' کہنا چاہیے (یعنی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (۹۲) اس واقعے کو اقبالؒ نے اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

پیشِ پیغمبر ﷺ چو کعب پاک زاد

ہدیہ آورد از بانت سعاد

در ثنا یش گرہر شب تاب سفت

سیف مسلول از سیوف الہند گفت

آ مقامش برتراز چرخِ بلند

نا مدش نسبت بإقلیمے پسند

گفت سیف من سیوف اللہ گو

حق پرستی جز براہ حق مپو (۹۳)

عمرو بن کلثوم شاعرِ جاہلی ہے۔ یہ خود دار، بہادر اور فصیح و خوشگفتار شاعر تھا۔ اس کے ایک شعر کو اقبالؒ نے اپنی شاعری میں تضمین کے طور پر لیا ہے:

صَبنتِ الکاس عَنّا اُمَّ عَمرو
وکانَ الکاسُ مجرا ھا الیمینا
اگراین است رسم دوستداری
بدیوار حرم زن جام و مینا (۹۴)

شاعر اپنی معشوقہ ام عمرو کی ناانصافی کی شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو ہمیں پیالہ شراب سے محروم کر دیا حالانکہ باری دائیں بیٹھنے والوں کی تھی۔ اگر یہ دوستی نبھانے کی رسم ہے تو پیالے اور صراحی کو کعبے کی دیوار سے دے مار۔ (۹۵)

اقبالؒ کی شاعری میں عربی الفاظ کا استعمال:

اقبالؒ جہاں قرآنی آیات، احادیث النبوی ﷺ اور اشعار العرب کو بطور تضمین لیے ہیں اسی طرح انہوں نے اپنی شاعری میں عربی زبان کے بہت سارے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ہم ان الفاظ کو زیر بحث نہیں لائیں گے جو اُردو زبان کے روزمرہ میں مستعمل ہیں۔ بلکہ ان الفاظ کو صفحہ قرطاس کریں گے جو اُردو زبان کے عام بول چال میں استعمال نہیں ہوتے اور یہ بات اقبالؒ کی عربی زبان کے ساتھ محبت و عقیدت کی دلیل ہے کہ انہوں نے عربی زبان کے الفاظ کو کس طرح اپنے شعری سانچے میں ڈھالا ہے کہ وہ بھی اُردو اور فارسی زبان کا حصہ بن گئے ہیں مثال کے طور پر اب وہ اشعار درج کیے دیتے ہیں۔ اقبالؒ نے "لیل و نہار" کے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کے معنی رات اور دن کے ہیں قرآن مجید میں یہ الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں- وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا ، وَّجَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (۹۶)

ایک دوسری آیت میں ہے:

اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ (۹۷)

اقبالؒ فرماتے ہیں:

ہو رہی ہے زیر دامانِ اُفق سے آشکار صبح یعنی دخترِ دوشیزہ لیل و نہار (۹۸)

اس شعر میں اقبالؒ نے غروب شب یعنی رات کے ختم ہونے اور دن کے طلوع کے حوالے سے صبح کے وقت کا ذکر کیا ہے پہلے شعر میں صبح کو رات کی کنواری بیٹی سے تعبیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رات ختم ہو رہی ہے اور افق کے دامن سے صبح نمودار ہو رہی ہے۔ (۹۹) ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

یاد ایامے کہ بے لیل و نہار
خفتہ بودم در ضمیر روزگار (۱۰۰)

اپنے دوسرے شعر میں اقبالؒ نے اسود واحمر کے الفاظ استعمال کیے ہیں اسود کا مادہ سَوِد ہے جس کے معنی سیاہ اور کالے کے ہیں مونث سوداء جمع سودُ [۱۰۱] حَمِرَ سَمِعَ یسمع کے باب سے ہے اس کا معنی غصے سے لال پیلا ہونا، اِحْمَرَّ ثلاثی مزید فیہ ہے، معنی ہے سرخ ہونا اس سے اسم احمر نکلا ہے اس کا مطلب ہے سرخ لال مؤنث حمراء جمع حُمُرٌ۔ [۱۰۲]

ہوتا ہے جس سے اسود واحمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر [۱۰۳]

بلال کی اذان کی بدولت اسود واحمر کا فرق مٹ جاتا ہے اور دنیا بھر کے مسلمان سجدے میں گر جاتے ہیں یہی اذان مسلمانوں میں اخوت اور میل جول پیدا کرتی ہے یہی اذان غریب کو امیر کے برابر کھڑا کر دیتی ہے۔ اقبالؒ نے غریب الدیار کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے وطن سے دور غریب عربی زبان اجنبی اور پردیسی کے لیے بولا جاتا ہے [۱۰۴] دار کی جمع دیار اور دور کے ہیں جس کے معنی گھر رہنے کی جگہ۔ [۱۰۵]

قصور وار ہوں غریب الدیار ہوں لیکن
ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد [۱۰۶]

اقبالؒ کہتے ہیں کہ اے اللہ! بے شک تو نے آدمؑ کو ایک گناہ کی پاداش میں کرہ ارض پر جلاوطن تو کر دیا تاہم اس نے اس خرابے یعنی اس ویران دنیا کو گلشن میں تبدیل کر دیا ہے ظاہر ہے کہ یہ عمل فرشتوں کے بس کا روگ نہ تھا۔ [۱۰۷] دوسرے شعر میں صرصر کا لفظ استعمال کیا ہے صرصر عربی زبان میں خوفناک آواز والی ہوا کو کہتے ہیں۔ [۱۰۸] اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وَاَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ [۱۰۹]

یہ مشت خاک یہ صرصر یہ وسعت افلاک
کرم ہے یا کہ ستم تیری لذت ایجاد [۱۱۰]

مطلب یہ ہے کہ انسان جو ایک مشت خاکی کے مانند ہے گوناگوں مصائب اور بلاؤں کے ہجوم میں گھرا ہوا ہے۔ یہ بلائیں اور مصائب آسمانوں کی تمام تر وسعت کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اب اس کا اندازہ کیسے ہو کہ تیرے ذوق تخلیق میں یہ عمل قہر وغضب پر مبنی ہے یا لطف وعنایت کا حامل ہے۔ [۱۱۱] دوسرے شعر میں بھی اس لفظ "صرصر" کو استعمال کیا ہے۔

صرصر او آتش دوزخ نژاد
زورق ابلیس را باد مراد [۱۱۲]

واحد مذکر مخاطب ہے اس کا مادہ لَیسَ ہے لَستَ مِنِی آپ مجھ سے نہیں ہے اقبالؒ نے ان الفاظ کو اپنے شعری سانچے میں یوں ڈھالتے ہیں:

لَستَ مِنّیِ گویدت مولائے ما

وائے ماائے وائے ماائے وائے ما(۱۱۳)

گر حضور ﷺ نے یہ کہا کہ تو ہر گز مجھ سے نہیں اے مسلمان کیا یہ فیصلہ سن لینے کے بعد جینے کا کوئی لطف باقی رہے گا۔(۱۱۴) ان عنوانات پر بحث و تحقیق کے بعد یہ بات منکشف ہو گئی کہ اقبالؒ فصیح عربی زبان کے ادب سے، بہت زیادہ متاثر تھے۔

خاتمہ:

عربی زبان دنیا کی پانچویں بڑی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ بیس ممالک کی سرکاری اور دفتری زبان بھی ہے، اس کے علاوہ اقوام متحدہ عرب لیگ اسلامک کانفرنس تنظیم اور افریقین یونین کی بھی دفتری زبان ہے۔ لاکھوں لوگ بحیثیت غیر ملکی بھی عربی زبان سے واقف ہیں۔

اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے عربی زبان کی اہمیت و افادیت کسی بیان کا محتاج نہیں۔ قرآن پاک اور نبی مہربان ﷺ کی زبان ہونے کی وجہ سے دین اسلام کی زبان بھی ہے۔ قرآن و حدیث، پیغمبر اسلام، صحابہ کرام اور تابعین کی زبان ہونے کی وجہ سے اسلامی علوم کا اصل ماخذ بھی عربی زبان ہی ہے۔ کوئی بھی شخص اسلامی علوم اور خاص کر قرآن و سنت پر اس وقت تک صحیح عبور حاصل نہیں کر سکتا، جب تک فصیح عربی پر پورا پورا عبور حاصل نہ کر پائے۔

اقبالؒ فکر و نظر اور کردار و عمل کے لحاظ سے ایک سچے مسلمان، داعی اسلام اور خاص کر عاشق رسول ﷺ تھے۔ ہر عاشق کو نہ صرف معشوق کی ذات بلکہ اس کے در و دیوار سے بھی محبت ہوتی ہے، یہی حالت اقبالؒ کی تھی۔ نبی مہربان ﷺ کے ساتھ جو لازوال عشق و محبت اقبالؒ کے حصے میں آئی، بہت کم خوش نصیب اس مقام کو پہنچ جاتے ہیں۔ عربی زبان کی طرف اقبالؒ کے رجحان کی ایک بنیادی وجہ عشق رسول ﷺ بھی ہے اور یہی عشق آپؒ کو رسول اللہ ﷺ کی زبان سے عقیدت و محبت کا سبب بنا۔

اقبالؒ کی شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ عمر کی پختگی کے ساتھ ساتھ اقبالؒ کی علمیت، عشق رسول ﷺ اور قرآن فہمی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا اور عشق رسول ﷺ کو مزید پروان چڑھانے والی چیز آپؒ کی عربی دانی، قرآن فہمی اور احادیث رسول ﷺ پر عبور بھی ہے۔ یہ دونوں چیزیں اقبالؒ کی زندگی میں یکساں آگئی تھیں۔ اگر عشق رسول ﷺ نے آپ کے دل کو بدل ڈالا تو عربی پر عبور نے آپ کے دماغ اور خیالات کو ٹھوس غذا فراہم کرنے کا کام دیا۔

علامہ اقبالؒ نے عربی زبان کو اپنی شاعری اور تحریر کو جاندار بنانے کے لیے جابجا استعمال کیا۔ آپؒ نے دو طرح سے عربی زبان کو استعمال کیا:

ا۔ آپؒ نے قرآن و حدیث کے مفہوم کو اپنی شاعری، خطابات اور تحریر کا حصہ بنایا۔

۲۔ آپؒ نے قرآنی آیات، احادیث الرسول ﷺ، اشعار العرب اور عربی زبان کے الفاظ کو بہت خوبصورت انداز میں اُردو اور فارسی شاعری کا حصہ بنادیا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اقبالؒ نہ صرف عربی زبان سے بہت زیادہ متاثر تھے بلکہ عربی زبان و اُدب پر گہرا عبور رکھتے تھے۔

قرآن و حدیث اور عربی زبان پر مہارت نے اقبالؒ کی سوچ و فکر اور کردار و عمل پر بہت گہرے اور مثبت اثرات چھوڑے اور یہی خالص اسلامی فکری سرمایہ، اسلامی نظریہ حیات اور مسلمانوں کی جداگانہ شناخت کے لیے اقبالؒ کے دل میں تڑپ پیدا کی۔ جو ان کی زبان و قلم کو مجبور کیا کہ مسلمانوں کو ترغیب دے کر برصغیر میں اپنی جداگانہ الگ ریاست کے لیے آواز اٹھائیں۔ آپؒ مصور پاکستان اور مبشر پاکستان ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ریاست کا خواب اور اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے مسلم لیگ کی قیادت اور قائداعظمؒ کا اس عظیم مشن کے لیے انتخاب کا سہرا بھی آپؒ ہی کی مرہون منت ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ حافظ الہیثمی، مجمع الزوائد، دارالکتب، بیروت لبنان، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل العرب، ج ۱۰، ص ۱۹۷
۲۔ یوسف: ۲
۳۔ الشوریٰ: ۷
۴۔ احمد حسن الزیات، عبدالرحمٰن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، علی اینڈ سنز، لاہور، ص ۲۹
۵۔ رحمٰن: ۳۔۴
۶۔ الروم: ۲۲
۷۔ ابراہیم: ۴
۸۔ ڈاکٹر اشرف کمال، لسانیات، زبان اور رسم الخط، پرنٹنگ پریس لاہور،، طبع اول، ۲۰۰۴ء، ص ۱۲
۹۔ ایضاً، ص ۱۳
۱۰۔ شیخ عطاءاللہ، اقبال نامہ مکاتب اقبالؒ، دارالفکر لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۶، ڈاکٹر سلیم اختر، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ص ۱۵۸
۱۱۔ شیخ عطاءاللہ، اقبال نامہ مجموعہ مکاتب اقبالؒ، ص ۲۷
۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶
۱۳۔ سید قاسم محمود، پیام اقبالؒ بنام نوجوانان ملت، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۲
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ ڈاکٹر محمد ریاض، افاداتِ اقبالؒ شاہ اینڈ سنز پرنٹرز لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۶۷
۱۶۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی، نقوش اقبالؒ، مجلس نشریات اسلام کراچی، س۔ن، ص ۵۵
۱۷۔ ڈاکٹر سلیم اختر، اقبالؒ اور ہمارے فکری رویے، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۵۸

۱۸۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ،اسرار ورموز، شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور، ۱۹۷۲ء ص ۱۶۴

۱۹۔ ایضاً، ص ۸۳

۲۰۔ ڈاکٹر محمد اسلم ضیاء،اقبالؒ کا شعری نظام،الوقار پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۵ء ص ۳۳

۲۱۔ ڈاکٹر سلیم اختر،اقبالؒ اور ہمارے فکری رویے، ص ۵۸

۲۲۔ ڈاکٹر جاوید اقبال،افکار اقبالؒ تشریحات جاوید،سنگ میل پبلشر ز لاہور،۲۰۰۵ء، ص ۱۲

۲۳۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ،اسرار ورموز، ص ۱۶۸

۲۴۔ پروفیسر محمد منور،میزانِ اقبال،اقبال اکادمی پاکستان لاہور، طبع پنجم، ۲۰۱۲ء، ص ۲

۲۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر،علامہ اقبالؒ حیات، فکر وسنگ میل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۸۹۰

۲۶۔ ڈاکٹر محمد ریاض، برکاتِ اقبالؒ،بختیار پرنٹر ز لاہور، طبع دوم،۱۹۸۸ء، ص ۲۰۱

۲۷۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری،اقبالؒ سب کے لیے،گنج شکر پریس لاوہور،۲۰۰۶ء، ص ۳۴

۲۸۔ ایضاً، ص ۳۵

۲۹۔ اسلم کمال،کسب کمال کلیات اقبال مصور، مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۹۸ء ص ۸،انوار داودی،جواہر پارے،فیروز سنز لاہور،۱۹۹۷ء، ص ۶۹۸

۳۰۔ ڈاکٹر فرمان،اقبالؒ سب کے لیے، ص ۳۶

۳۱۔ ایضاً، ص ۳۶

۳۲۔ سید قاسم محمود، پیام اقبالؒ بنام نوجوانان ملت، ص ۱۳

۳۳۔ ایضاً، ص ۱۳

۳۴۔ سید قاسم محمود، پیام اقبالؒ، ص ۱۴،ڈاکٹر محمد ریاض، برکات اقبال، ص ۲۰۱

۳۵۔ سید قاسم محمود، پیام اقبالؒ، ص ۹۱

۳۶۔ ایضاً، ص ۹۱

۳۷۔ پروفیسر محمد نعیم،آسان کلیات اقبالؒ،زاہد بشیر پرنٹرز لاہور،۲۰۰۶ء، ص ۳۴۴

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ علامہ اقبال، بال جبریل، ص ۳۶۲

۴۰۔ ڈاکٹر سید عبداللہ،اعجاز اقبالؒ،سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۶

۴۱۔ ڈاکٹر فرمان،اقبالؒ سب کے لیے، ص ۴۷

۴۲۔ علامہ اقبالؒ،اسرار ورموز، ص ۹۱

۴۳۔ مریم: ۹۳

۴۴۔ البقرہ:۱۷۹

۴۵۔ علامہ اقبال،اسرار و رموز، ص۱۰۸

۴۶۔ النحل:۹۰

۴۷۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح رموز بے خودی، آفتاب عالم پریس لاہور، طبع اوّل، ۱۹۵۳ء، ص۱۳۳۔۱۳۴

۴۸۔ الصافات:۱۰۷

۴۹۔ علامہ اقبال،اسرار و رموز، ص۱۱۰

۵۰۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح رموز بخودی، آفتاب عالم پریس لاہور، طبع اوّل، ۱۹۵۳ء، ص۱۴۲۔۱۴۳

۵۱۔ نشرح:۴

۵۲۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبال، ص۲۵۷

۵۳۔ اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، شارح، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ص۲۲۲

۵۴۔ النمل:۳۴

۵۵۔ علامہ اقبالؒ، کلیات اقبالؒ، ص۳۱۸

۵۶۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح بانگ درا، عرفان افضل پرنٹرز لاہور، ص۵۱۰

۵۷۔ آل عمران:۹

۵۸۔ پروفیسر یوسف چشتی، شرح بانگ درا، ص۸۱۷

۵۹۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات، ص۳۴۴

۶۰۔ یوسف سلیم چشتی، شرح بانگ درا، ص۵۵۴

۶۱۔ یونس:۵۱

۶۲۔ الانبیاء:۹۶

۶۳۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات، ص۳۵۴

۶۴۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح بانگ درا، ص۵۷۶

۶۵۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبال، ص۳۵۵

۶۶۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح بانگ درا، ص۵۷۷

۶۷۔ البقرۃ:۱۱۷

۶۸۔ اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، بال جبریل، ص۳۹۶

۶۹۔ ایضاً، ص۳۹۷

۷۰۔ الاعراف:۱۴۳

۷۱۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبالؒ، ص۴۰۶

۷۲۔ اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، ص۴۱۸

۷۳۔ اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، ص۶۰۹

۷۴۔ البقرہ:۲۱۹

۷۵۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبالؒ، ص۶۸۱

۷۶۔ اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، ص۶۰۷

۷۷۔ البقرہ:۳۱

۷۸۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبال، بانگ درا، ص۶۰۹

۷۹۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبال، بانگ درا، ص۲۲۵

۸۰۔ اسرار احمد زیدی، شرح کلیات اقبال، ص۲۳۴

۸۱۔ علامہ اقبال، اسرار ورموز، ص۱۰۲

۸۲۔ علامہ اقبال، اسرار ورموز، ص۱۰۴

۸۳۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح رموز بے خودی، ص۱۲۹

۸۴۔ ایضاً، ص۲۸۴

۸۵۔ علامہ اقبال، اسرار ورموز، ص۱۵۶

۸۶۔ ناصرالدین، لبانی، صحیح الترغیب والترحیب، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض، کتاب الادب، باب الزھیب من السیاب، ج۳، ص۶۶

۸۷۔ اقبالؒ، اسرار ورموز، ص۸۲

۸۸۔ الشیخ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی، کشف الخلفاء ومزیل الالباس، موسستہ مناھل العرقان، دمشق، ج۲، ص۱۳۸، حدیث نمبر۲۱۵۹

۸۹۔ علامہ اقبال، اسرار ورموز، ص۴۷

۹۰۔ پروفیسر محمد منور، میزانِ اقبال، ص۴۔۵

۹۱۔ اقبال، اسرار ورموز، ص۱۰۱

۹۲۔ ایضاً، ص۱۱۲

۹۳۔ ایضاً، ص۱۱۳

۹۴۔ پروفیسر حمیداللہ شاہ ہاشمی، شرح کلیاتِ اقبال فارسی، مکتبہ دانیال، س۔ن، ص۱۰۱۱

۹۵۔ ایضاً، ص۱۰۱۱۔۱۰۱۲

۹۶۔ النبا: ۱۰۔۱۱

۹۷۔ آل عمران: ۱۹۰

۹۸۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبال، ص ۱۹۴

۹۹۔ اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، ص ۱۸۶

۱۰۰۔ اقبال، زبور عجم، کتبہ محمد صدیقی لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۵۵

۱۰۱۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور، ص ۳۲۳

۱۰۲۔ ایضاً ص ۱۳۴

۱۰۳۔ شرح بانگ درا، ص ۲۹۷

۱۰۴۔ مولوی فیروز الدین، فیروز الغات، ص ۴۹۱

۱۰۵۔ ایضاً، ص ۲۰۷

۱۰۶۔ منیر احمد نعیم، آسان کلیات اقبال، ص ۳۶۵

۱۰۷۔ جناب اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، ص ۳۷۱

۱۰۸۔ ابراہیم مصطفٰی، احمد حسن الزیات، المعجم الوسیط، دار العودہ القاہرہ، ص ۵۱۲

۱۰۹۔ الحاقۃ: ٦

۱۱۰۔ منیر احمد نعیم آسان کلیات اقبال، ص ۳۴۶

۱۱۱۔ جناب اسرار زیدی، شرح کلیات اقبال، ص ۳۷۰

۱۱۲۔ اقبالؒ، زبور عجم، ص ۱۸۱

۱۱۳۔ اقبالؒ، اسرار و رموز، ص ۱۶۱

۱۱۴۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح رموز بیخودی، ص ۳۰۵